R.No. 2186/57 Regd. No. 1902.

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

جلد ۲۳ - شمارہ ۲۵	ایڈیٹر - آل احمد سرور	یکم جولائی سنہ ۱۹۶۴ء

اداریہ

ایک عاشق کا کارنامہ

ہفتہ وار اخبار "ٹائم" نیویارک کی ۲۶ جون کی اشاعت میں یہ خبر درج ہوئی ہے کہ عطاء اللہ دُرّانی "ایک منٹ میں چاول" کے تیار کرنے والے ہندوستانی جو امریکہ کی شہریت اختیار کر چکے تھے، ۶۲ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انہوں نے اپنے ایک ملین (دس لاکھ ڈالر) کے سرمائے کا آدھا حصہ مرزا اسد اللہ خاں غالب اور میر تقی میر کے کلام کے انگریزی ترجمے اور اُن کے متعلق کتابوں کے لئے وقف کیا ہے۔ یعنی تقریباً چوبیس لاکھ روپے یہ روپیہ ہارورڈ یونیورسٹی کو دیا گیا ہے۔

یہ عطاء اللہ دُرّانی کون تھے؟ سرحد کے رہنے والے تھے۔ علی گڑھ میں بھی تعلیم پا چکے تھے۔ کسی طرح امریکہ چلے گئے۔ وہاں زندگی کے بہت سے نشیب و فراز دیکھے۔ بالآخر اپنی ذاتی کوشش و کاوش سے ایک منٹ میں تیار کرکے کھائے جانے والے چاول کا نسخہ تیار کیا اور لاکھوں کمائے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین اور ڈاکٹر سید حسین مرحوم کے گہرے دوست تھے۔ غالب سے تو واقعی عشق تھا۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں اُنھوں نے ڈاکٹر ذاکر حسین کو جب وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے، ایک گراں قدر عطیہ دیا تاکہ دیوان غالب کے انگریزی میں ترجمے کے لئے سید حسین چیئر اور منشی نول کشور کے کارنامے کو اُجاگر کرنے کے لئے فیلوشپ قائم کی جائے۔ دیوان غالب کا لفظی ترجمہ اور نول کشور پر ایک مقالہ انگریزی میں اُن کی خدمت میں روانہ کیا جا چکا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس ترجمے پر امریکہ اور انگلستان کا کوئی ممتاز پروفیسر نظر ثانی کرے اور اُس کے بعد اسے نہایت اہتمام سے شائع کیا جائے۔

امید ہے کہ اب ہارورڈ یونیورسٹی اس سلسلے میں مناسب قدم اُٹھائے گی۔

اُردو کی موت کا جو آئے دن رونا روتے رہتے ہیں اور حکومت کو کوستے رہتے ہیں، اُنھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ زبان کو کوئی حکومت زندہ نہیں رکھتی، دُرّانی جیسے چاہنے والے زندہ رکھتے ہیں۔ اُردو کو ایسے ہی دیوانوں کی ضرورت ہے۔

برطانیہ سے اُردو اخبار کا اجراء

جون کے آخر تک برطانیہ میں رہنے والے ہندوستانیوں اور پاکستانیوں کے پڑھنے کے لئے چار صفحے کا ایک اُردو اخبار جاری ہو جائے گا۔ اس اخبار کا نام "اُردو ٹائمز" ہوگا اور اس کی اشاعت رفتہ رفتہ ایک لاکھ تک کر دی جائے گی۔ یہ اخبار گلاسگو میں چھپے گا۔ (قومی آواز)

اِس اشاعت میں

سیر بین

دہلی بہت بڑا شہر ہے۔ وہاں جرائم کی تعداد بھی بڑی ہی رہتی ہے۔ ہر ہفتے قتل، ڈاکہ، چوری کے اعداد و شمار شائع ہوتے ہیں۔ پچھلے اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ادھر قتل کی وارداتوں میں بہت کمی رہی۔ وجہ بہت دلچسپ ہے۔ گرمی اتنی ہے کہ قاتل قتل کرنے کے لیئے بھی اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر پاتے۔ ہاں چوریوں کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ صرف قتل کی وارداتوں میں کمی نہیں ہوئی زندگی کی رفتار بھی سست ہو گئی ہے۔ گرمی کے مارے سفر کم ہو گیا ہے پڑھنے لکھنے کو جی نہیں چاہتا' ہر کام بے دلی سے ہوتا ہے برف اور آئس کریم پر بڑی توجہ ہے۔ جسے دیکھئے کاٹنے کو دوڑتا ہے ذرا بارش ہو لے تو زندگی اپنے ڈھرّے پر آ جائے۔

ویسے اب کے گرمی بھی عجیب ہی ہے۔ مسلسل گرمی تو پڑی نہیں۔ دو چار دن سخت گرمی رہی۔ پھر آندھی آئی یا کوئی چھینٹا پڑ گیا اور دو ایک دن کے لیئے امن رہا۔ پھر وہی پسینہ' وہی آنچ وہی تپش۔ بقول غالب

بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

اب کے آندھیوں نے آموں کا صفایا کر دیا۔ آموں کے موسم کا بھی ایک قرینہ تھا۔ اس دیار میں پہلے بمبئی کی بہار ہوتی تھی، پھر لنگڑا بازار میں آتا تھا، بارش ہو جانے کے بعد چوسنا نظر آتا تھا۔ اب کے کچھ سوکھے سہمے بمبئی نظر پڑے' دانے نہایت چھوٹے۔ جلد پہ بڑھاپے کی سی جھریاں، لنگڑے بالکل لولے، اور ابھی بارش ہوئی نہیں مگر چوسنا موجود ہے۔ وہ بھی چند دن کا مہمان ہے۔ ہائے آموں کا موسم اور اتنا مختصر۔ غالب ہوتے تو شاید خود کشی کر لیتے۔ ہم بیسویں صدی کے لوگ سب سہہ لیتے ہیں۔

نہ جانے کیا ہو گیا ہے کہ ہر چیز کی قیمت بڑھتی جاتی ہے۔ گیہوں مہنگا، چاول مہنگا، شکر بہت کم ملتی ہے۔ اگر کوئی آپ کے یہاں آئے تو چائے کے لیئے کہتے ہوئے آپ کو سوچنا پڑے گا۔ آم مہنگے۔ حتیٰ کہ پان تک مہنگے ہو گئے ہیں۔ سنا ہے کہ مہنگائی ترقی کی علامت ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے' تو یہ ترقی بہت مہنگی پڑ رہی ہے۔

نہرو کے یوم پیدائش پر مشاعرہ

پنڈت جواہر لال نہرو میموریل مشاعرہ کمیٹی کے ممبران کی ایک میٹنگ ڈاکٹر ایس ایم اسحاق نقوی کی صدارت میں کمیٹی کے صدر دفتر واقع ۸/۱۳ گولہن ٹولہ اسٹریٹ، الٰہ آباد میں منعقد ہوئی۔ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ۱۴ نومبر کو پنڈت جواہر لال کی ۷۵ ویں سالگرہ کے دن ان کی یاد میں ایک کل ہند مشاعرہ منعقد کیا جائے۔ (قومی آواز)

تعلیمی معلومات

مرکزی وزارت تعلیمات نے ایک سہ ماہی پرچہ جاری کیا ہے جس میں ہندوستان اور بیرونی ممالک میں تعلیمی سہولتوں کے متعلق تمام معلومات مہیا کی گئی ہے اس پرچہ کی کوئی قیمت نہیں رکھی گئی ہے اور یونیورسٹیوں اور طالب علموں کے بیوروؤں میں اس کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ (ہندوستان ٹائمز)

مشترک رسم خط

مرکزی وزارت تعلیم پھر اس امکان پر غور کر رہی ہے کہ تمام زبانوں کے لیئے ایک مشترک رسم خط اختیار کیا جائے۔ وزیر تعلیم مسٹر محمد علی کریم چھاگلا نے ریاستوں کے دورے کے دوران اس سلسلے میں وزرائے اعلیٰ سے تبادلۂ خیال کیا۔ بعض وزراء نے دیوناگری رسم خط کو تسلیم کر لیا ہے اور بعض نے اس کی سخت مخالفت کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک یا دو بڑے وزیروں نے رومن رسم خط کی حمایت کی ہے۔ (سیاست جدید کانپور)

اردو ہماری زبان ہے

یو پی کانگریس کے جنرل سکریٹری شری موہن لال گوتم نے سلون (رائے بریلی) میں ایک مشاعرے کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ اردو کو کسی دوسرے ملک کی زبان قرار دے کر خواہ مخواہ غلط فہمی پیدا کی جا رہی ہے۔ اردو ہماری زبان ہے جو یہیں پیدا ہوئی اور یہیں پھلی پھولی۔

شری گوتم نے اردو کے دیسی بدیسی ہونے سے متعلق ہونے والی بحثوں کو انتہائی نامناسب قرار دیتے ہوئے کہا۔ میری اپنی رائے ہے کہ اردو کی ایسی زبان کو کھونا بہت غلط بات ہوگی، بلکہ خود ہندی کی ترقی بھی اردو کو ساتھ لے کر چلنے پر منحصر ہے۔ (سودجہ گیا)

محی الدین کماخوف

چھوٹی چھوٹی سوویت قوموں کی

زبان کے حروف تہجی

سوویت یونین میں ۱۳۰ قومیں اور قومیتیں آباد ہیں۔ سوویت اقتدار قائم ہونے کے بعد سے ملک کے دور افتادہ علاقوں میں آباد غیر روسیوں کی پسماندگی کا مکمل خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اور سوویت یونین کی قوموں کی معیشت اور کلچر کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ قومی جمہوریتوں اور خطوں میں سائنس داں، انجینئر، استاد اور ڈاکٹروں اور اعلیٰ تربیت یافتہ ماہروں کو تربیت دے دی گئی ہے۔ یہ کامیابیاں حاصل کرنے میں مکمل مساوات، دوستی اور تعاون کی بنیاد پر زبان کے مسئلے کو صحیح طور پر حل کرنے کا بڑا اہم حصہ ہے۔

تمام قومیتوں کی اپنی زبانیں ان کے قومی کلچر کے ارتقا اور لوگوں کی تعلیم کا خاص ذریعہ بن گئی ہیں۔

سوویت حکومت نے اپنے وجود کے ابتدائی دنوں میں ہی ان قومیتوں کے لئے حروف تہجی مہیا کرنے کو بڑی اہمیت دی جن کے یہاں اُن کی کمی تھی۔ سوویت یونین میں بسنے والی تقریباً پچاس قومیتوں کو اپنی تاریخ میں پہلی بار حروف تہجی نصیب ہوئے۔ ان میں یہ نسبتاً چھوٹی چھوٹی قومیتیں بھی شامل تھیں:۔

ابازینیائی (۲۰ ہزار)، کراچائیف (۸۱ ہزار)، انجازیائی (۹۵ ہزار)، ادیغی (۸۰ ہزار)، بلقاریائی (۴۲ ہزار)، ہتصرائی (۸۵ ہزار)، نوگائی (۴۱ ہزار)، خاکاسی (۵۷ ہزار)، بے ونگی (۲۵ ہزار)، خانتی (۱۹ ہزار) وغیرہ وغیرہ۔ نانیوں (۸ ہزار)، کوریاکوں (۷ ہزار)، اسکیمو (ڈیڑھ ہزار) اور شمال کی دوسری قومیتوں کے لئے بھی حروف تہجی مرتب کئے گئے۔

حروف تہجی کی تخلیق سے چھوٹی چھوٹی قومیتوں کو موقع مل گیا کہ وہ سوویت اقتدار حکومت کے قیام کے دس پندرہ برس کے اندر اندر ناخواندگی کا خاتمہ کر دیں اور اپنی روحانی دنیا میں زبردست تبدیلی پیدا کر دیں۔

ابتدائی اسکولوں میں تعلیم سوویت یونین کی قومیتوں کی مادری زبانوں میں دی جایا کرتی ہے۔ قوموں کا افسانوی ادب، نیز جمہوریائی، علاقائی اور اضلاعی اخبارات مقامی زبانوں میں شائع ہوتے ہیں، تھیٹروں اور موسیقی کی درس گاہوں میں بھی قومی زبانیں ہی استعمال کی جاتی ہیں۔ انجازیہ کے عوامی شاعر دمتری گولیا، اوادری شاعر رسول حمزاتوف (لینن انعام یافتہ)، نیز کبارڈینیائی شاعر علیم کیشوکوف، اور بلقاریائی شاعر کائسن کولیئیف کی نظمیں اور دوسری قومیتوں کے شاعروں کی تخلیقات سوویت یونین کے لوگوں کے وسیع حلقوں میں مقبول ہو گئی ہیں۔

چھوٹی چھوٹی قومیتوں کے لئے حروف تہجی مرتب کرنے کے لئے ایک مخصوص تحقیقی اور تنظیمی مرکز نئے حروف تہجی کی کل یونین مرکزی کمیٹی کے نام سے قائم ہوا۔ اس نے نئے حروف تہجی کی تخلیق سے متعلق عام اور نظریاتی مسائل حل کرنے کے سلسلے میں کام کیا۔ غیر روسی جمہوریوں اور علاقوں میں نئے حروف تہجی کی علاقائی کمیٹیوں کی بھی تنظیم کی گئی۔

اپنی تحریری زبان کے ارتقاء کی ابتدائی منزل میں چھوٹی چھوٹی قومیتوں نے روسی، لاطینی اور عربی حروف تہجی پر مبنی حروف استعمال کئے۔

پھر ان قومیتوں نے جنھیں حال ہی میں اپنی اپنی تحریری زبانیں ملی تھیں یہ خواہش ظاہر کی کہ ان کے حروف تہجی متحد کر دئے جائیں۔ تب تک آبادی کا بیشتر حصہ روسی سیکھ گیا تھا جو مختلف قومیتوں کے باہمی تعلق کی زبان بن چکی تھی۔ اس لئے سوویت یونین کی چھوٹی چھوٹی قومیتوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے حروف تہجی روسی حروف تہجی پر مبنی ہوں جو قدیم یونانی حروف تہجی کی ایک شکل ہے۔ عملی تجربے سے ظاہر ہو گیا ہے کہ متحدہ حروف تہجی اختیار کر لینے سے نوزائدہ ادبی زبانوں کی ترقی میں سہولت ہوتی ہے اور دو زبانوں پر عبور حاصل کرنے کی ایک متحدہ بنیاد قائم ہونے کی ضمانت ہو جاتی ہے، ایک تو اپنی زبان اور دوسری روسی زبان۔

چھوٹی چھوٹی قومیتوں کے لئے تحریری زبانیں تخلیق کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ اُن کی زبانوں کی بنیادی خصوصیات کا مطالعہ کیا جائے تاکہ ادبی زبانوں کے لئے خاص خاص بولیوں کو بنیاد بنانے کے لئے منتخب کیا جا سکے۔

یہ بات معلوم کرنا خاص طور پر اہم تھا کہ کوئی مخصوص بولی جسے نئی ادبی زبان کی بنیاد بنانا مقصود تھا کتنے لوگ بولتے ہیں۔ یہ معلوم کرنا بھی ضروری تھا

کہ ان کی سیاسی، معاشی اور تہذیبی زندگی کے کیا معیار ہیں۔ لیکن یہ بات پیش نظر رکھنی چاہیے کہ تمام صورتوں میں ہی یہ ممکن نہ تھا کہ ادبی زبان کی بنیاد کی حیثیت سے خاص بولی کو منتخب کرنے کے لئے ایک سے ہی اصولوں کو اپنایا جا سکے۔ بعض اوقات ضروری تھا کہ بولیوں کی انفرادی خصوصیات کو پیش نظر رکھا جائے۔ مثلاً ادیغیوں کی نئی ادبی زبان کی بنیاد کی حیثیت سے تیمرغوئیف بولی کو منتخب کیا گیا حالانکہ اس کے بولنے والوں کی تعداد بژریدوغ بولی بولنے والوں کی تعداد سے کم تھی لیکن تیمرغوئیف بولی، بژریدوغ بولی کی بہ نسبت جو کہ زیادہ عام تھی، ساخت اور تشکیل کے اعتبار سے زیادہ سہل اور سادہ تھی۔ چنانچہ جب چھوٹی سی قفقازی قومیت ادیغیوں کی تحریری زبان کی تخلیق ہوئی تو اسی بولی کو ترجیح دی گئی۔

نئی تحریری زبانوں کے لئے اصطلاحات مرتب کرنے کے لئے بہت کام کیا گیا ہے مطلوبہ زبان کے لسانیاتی مواد کی بنیاد پر اور روسی زبان سے اصطلاحات مستعار لے کر نئے الفاظ بنائے گئے اور زبان کو مالا مال کیا گیا۔ چھوٹی چھوٹی سوویت قومیتوں کی زبانوں میں بین الاقوامی الفاظ بھی شامل کئے گئے۔

نئی تحریری زبانوں کی تخلیق سے ضرورت پیش آئی کہ گرامر کی کتابیں، مختلف محاوروں، اصطلاحوں کی کتابیں، غیر روسی سے روسی زبان اور روسی زبان سے غیر روسی زبانوں کی ڈکشنریاں مرتب اور شایع کی جائیں۔ قومیتوں کی زبانوں میں سماجی اور سیاسی ادب، افسانوی ادب اور عام فہم سائنسی تصانیف بڑی تعداد میں شائع کی جاتی ہیں۔ روسی اور دنیا کی دوسری زبانوں کی ادبی تخلیقات کا ان زبانوں میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔

تمام قومی تہذیبوں کے ایک دوسرے سے مالا مال ہونے کا حال وسعت اور گہرائی اختیار کرتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی قوموں کے ادیبوں اور شاعروں کی تخلیقات کا روسی زبان میں اور سوویت یونین کی دوسری قوموں کی زبانوں میں ترجمہ کرنے اور شایع کرنے پر خاص توجہ دی جا رہی ہے۔

اقبال کرشن

سفیرِ اُردو

(ڈاکٹر قمر رئیس کا استقبال)

تو تھا ہمارا سفیر ارضِ مساوات میں
ارضِ مساوات سے لوٹنے والے بتا
کیسی ہے وہ سرزمیں کیسا ہے وہ آسماں
گود کی کا وہ وطن دلیش نکولائی کا
وہ طلبہ کیسے ہیں کیسی ہیں وہ طالبات
کیسا ہے وہ تاشقند کیسی ہے وہ جامعہ
عملِ تدریس کے تجربے اپنے سنا
اُردو قواعد کے سب مسئلے ہم کو بتا
اُن کی زباں کا اثر اپنی زباں پر ہے کیا
اُن کا تلفظ سنا ان کی خطائیں گنا
کتنے تراجم ہیں ساتھ کتنی تصانیف ہیں
ارضِ مساوات سے لایا ہے سوغات کیا
کارنمایاں وہاں کون سے انجام پائے
کتنوں نے اُردو پڑھی، کتنوں نے مضمون لکھا؟
کیسے ہیں بھارت کے دوست کیسے ہیں گاندھی نواز
اُن کے دلوں کو ذرا تو نے ٹٹولا بھی تھا
فیض نوازوں کا حال کچھ تو ہمیں بھی بتا
ان کے مکانوں کا حال ان کے گھروں کی کتھا
کیسی ہے وہ زندگی طرزِ رہائش ہے کیا
ارضِ مساوات سے لوٹنے والے بتا

انجمن ضلع میدک کی شکایت

انجمن ترقی اُردو ضلع میدک نے ایک قرارداد کے ذریعہ مہتمم تعلیمات ضلع میدک اور ڈپٹی سکریٹری ضلع پریشد (برائے تعلیم) کی اُردو زبان کے ساتھ مبینہ ناانصافی کی مذمت کی ہے۔ قرارداد میں ناظم تعلیمات سے اپیل کی گئی ہے کہ مختلف تعلقہ جات اور قصبہ جات سے اُردو زبان کی مثنواری جماعتوں کے قیام کے لئے جو درخواستیں بھیجی گئی ہیں ان پر عاجلانہ منظوریاں صادر فرمائی جائیں۔ دفاتر کے بورڈوں پر اردو میں نام لکھوائے جانے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ (ملاپ حیدرآباد)

مہاراشٹر کی سرکاری زبان

حکومت مہاراشٹر نے مراٹھی کو ریاست کی سرکاری زبان قرار دے دیا ہے۔ (ندائے بھوپال)

غزلیں

دور آفریدی

ہم نصیبوں جلے اجل بجھے ہیں یہاں
اور کچھ پیڑ پودے لگا باغباں
کوئی تریاق کیا کام آئے یہاں
زندگی زہر غم ہے مرے مہرباں
میری سانسوں میں بس جائے خوشبو تری
تیرے سینے پہ کھلتے رہیں گلستاں
زندگی نے سکوں ہی نہ پایا کہیں
زندگی نے دیئے کتنے ہی امتحاں
تیرے، ہم شکل و ہم فکر کچھ کچھ ملے
کوئی تجھ سا ملا ہی نہیں میری جاں
راہ تونے دکھائی کچھ اس رنگ سے
راہ میں رہ گیا عشق کا کارواں
عشق بھی اور پھر عشق کی آگ بھی
جل رہا ہے چمن، اٹھ رہا ہے دھواں
ہم بھی رہتے ہیں ظالم ترے شہر میں
ہم بھی سنتے ہیں ظالم تری داستاں

ظفر غوری

وفا شعار تجھے طرز جفا سمجھ نہ سکے
بجز وفا کے کچھ اہل وفا سمجھ نہ سکے
وہ سادہ کار تھے پیتے رہے مئے زہر آب
نگاہ ساقی رنگیں ادا سمجھ نہ سکے
اس ایک جرم پہ ہم مورد عتاب رہے
کسی طرح بھی بشر کو خدا سمجھ نہ سکے
ترے خلوص کا جب بھی خیال آیا ہے
غم حیات کو تجھ سے جدا سمجھ نہ سکے
نگاہ خاص سے تونے ظفر کو بخشا ہے
وہ کیف درد جسے دوسرا سمجھ نہ سکے

قوی فائزی

آپ کو کیا جو رو رہا ہوں میں — اپنا دامن بھگو رہا ہوں میں
ہنس رہا ہوں نہ رو رہا ہوں میں — غم سے مانوس ہو رہا ہوں میں
دل سے مجبور ہو رہا ہے کوئی — اور مغرور ہو رہا ہوں میں
اے قوی دلکشی چشم نہ پوچھ — دل سی شے کو بھی کھو رہا ہوں میں

قطعہ

اقبال فرید میسوری

تیری فرقت کا جب ہوا احساس — خوں کے آنسو کئی بہائے ہیں
اور انھیں آنسوؤں کو چن چن کر — ہم نے ایوان دل سجائے ہیں

راجستھان میں کورس کی

اُردو کتابیں دستیاب ہونے کے ڈپو

"نیشنلائزیشن ٹیکسٹ بکس بورڈ آف راجستھان" کے سکریٹری صاحب نے انجمن ترقی اُردو راجستھان کو مطلع کیا ہے کہ بورڈ مذکور نے اُردو کی نصابی کتابیں حسب ذیل مضامین کی شایع کردی ہیں جو مندرجہ ذیل مقامات سے دستیاب ہو سکتی ہیں:

علم الحساب۔ برائے درجہ سوم۔ چہارم۔ پنجم
سماجی تعلیم۔ برائے درجہ سوم۔ چہارم۔ پنجم
جنرل سائنس۔ برائے درجہ سوم۔ چہارم۔ پنجم
اردو ریڈر بطور ٹیکسٹ بک برائے درجہ ششم، ہفتم و ہشتم

تفصیل ڈپوز

(۱) جنرل ڈپو منیجر نیشنلائزیشن ٹیکسٹ بکس — جے پور
(۲) ایضاً — اجمیر
(۳) ایضاً — جودھپور
(۴) ایضاً — بیکانیر
(۵) ایضاً — اودے پور
(۶) ایضاً — کوٹہ

واضح رہے کہ درجہ اول سے درجہ پنجم تک کے لئے اُردو ریڈریں شائع کردہ جامعہ ملیہ پہلے ہی سے جاری ہیں۔

ایسا بھی معلوم ہوا ہے کہ جے پور میں بعض بکسیلروں سے بھی یہ کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں۔ "نامہ نگار"

اُردو جماعتوں میں اضافے کا مطالبہ

انجمن ترقی اُردو ضلع محبوب نگر کی جانب سے ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل افسر سے ایک یادداشت کے ذریعے مطالبہ کیا گیا ہے کہ جونیر بیسک سکول ٹاؤن، تحتانیہ مدینہ مسجد، تحتانیہ قدیم پالمور، تحتانیہ پولیس لائن محبوب نگر میں ششم اُردو اور مدرسہ تحتانیہ چلپ راسیا پاڈلی میں چہارم اُردو کی جماعتیں کھولی جائیں اور مستقر محبوب نگر کے مدرسوں میں اُردو اسٹاف کا اضافہ کیا جائے۔ (ملاپ حیدرآباد)

امروہہ سے نئے اخبار کا اجراء

یکم جون ۱۹۶۴ء کو امروہہ سے ایک نیا پندرہ روزہ اُردو اخبار "ندائے امروہہ" کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔ اس کے ذریعہ عوام کو امروہہ کی علمی، ادبی سیاسی اور مذہبی سرگرمیوں سے روشناس کرایا جائے گا۔ اخبار کی ادارت مدثر حسین رضوی اور رئیس نجمی امروہوی کر رہے ہیں۔

تنویر سامانی

زندہ رہیں گے جواہر لال

یہ کیا ہوا یہ الم ناک حادثہ کیا ہے
ٹھہر گئے ہیں یہ کیوں رینگتے ہوئے لمحات
شکست دی ہے اندھیرے نے پھر اجالے کو
کہ آج ڈوب گیا کوئی آفتاب حیات

تمام ریڈیو چیخے کہ اے جہاں والو
سنو کہ امن کا پیغامبر جہاں سے گیا
وہ پھول جس نے بنایا تھا دشت کو گلشن
وہ نکہتوں کا امیں صحن گلستاں سے گیا

مدیروں نے ادیبوں نے شاعروں نے کہا
وہ روشنی کا منارہ بھی آج ڈوب گیا
جسے سحر کے اُجالے سلام کرتے تھے
وہ جس کا اہل وطن احترام کرتے تھے

یہ کیا ہوا یہ الم ناک حادثہ کیا ہے
ٹھہر گئے ہیں یہ کیوں رینگتے ہوئے لمحات
شکست دی ہے اندھیرے نے پھر اُجالے کو
کہ آج ڈوب گیا کوئی آفتاب حیات

میں آج سوچ رہا تھا جو یونہی موت کی نیند
وطن کے راہ نما سو گئے تو کیا ہوگا
جو تیرگی شعور و نظر مٹاتے تھے
وہ روشنی کے دیے کھو گئے تو کیا ہوگا

یہ سوچتے ہی فضاؤں میں بازگشت ہوئی
اُفق پہ گاندھی و گوتم کی آنکھ بھر آئی

نہیں نہیں یہ اندھیرا نہیں رہے گا یہاں
یہ کہکشاں کا نگر ہے یہ روشنی کا جہاں
حسین چاند ستارو ابھی اُداس نہ ہو
مرے وطن کی بہارو ابھی اُداس نہ ہو

یہ کاشمیر و گوا میں دکن میں نیفا میں
یہ لکھنؤ میں یہ دلی میں یہ اڑیسہ میں
قطب منار کی رفعت میں لال قلعہ میں
یہ بھاکڑا میں حسین تاج میں اجنتا میں
ہری دوار میں کاشی میں اور متھرا میں
ہر ایک دل میں یہ گنگا میں اور جمنا میں
ہمالیہ کی طرح دہر میں ہزاروں سال
امر ہیں زندہ رہیں گے ابھی جواہر لال

نہرو کی تصانیف کی "یادگاری جلد"

سستا ساہتیہ منڈل نے مرحوم وزیراعظم کی ۷۶ ویں سال گرہ کے دن جو ۱۴ نومبر کو ہوگا، اُن کی تصانیف پر مبنی ایک یادگاری جلد شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

اس کتاب کا نام "نہرو ویکتیتو اور وچار" ہوگا اور یہ ہندی میں ہوگی۔ اس کتاب میں مرحوم رہنما کی پہلی پبلک تقریر جو انہوں نے ۱۹۱۵ء میں الہ آباد میں کی تھی، کے علاوہ ان تقریروں کا بھی انتخاب ہوگا جو انہوں نے وقتاً فوقتاً اہم سماجی، سیاسی اور اقتصادی مسایل پر کی تھیں۔ اس کتاب میں ہندوستان اور بیرون ہند کے ممتاز رہنماؤں کا خراج عقیدت بھی شامل ہوگا جو انہوں نے مرحوم رہنما کو پیش کیا تھا۔

اس یادگاری کتاب کے علاوہ یہ منڈل نہرو مرحوم کے "پرانے خطوط کا گلدستہ" کی دوسری جلد ہندی میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ان خطوط کی دوسری جلد شائع کرنے کی تجویز خود جواہر لال مرحوم نے پیش کی تھی جب اُن کو بتایا گیا تھا کہ اس "گلدستے" میں بعض اہم خطوط شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔

(انڈین ایکسپریس)

پنجاب سروس کمیشن اور اُردو

انبالہ ۱۵ جون۔ وزیر اعلیٰ کے نام ایک مکتوب میں انجمن ترقی اُردو کے ریاستی یونٹ کے جنرل سکریٹری مسٹر اوم پرکاش ملک نے اس "سوتیلی ماں کے سے برتاؤ" کے خلاف احتجاج کیا ہے جو پنجاب پبلک سروس کمیشن اُردو کے ساتھ کر رہا ہے۔ انہوں نے کمیشن کی طرف سے جاری کئے ہوئے ایک ہدایت نامے کا حوالہ دیا ہے جو ۲۲۸ ہیڈ ماسٹروں اور ہیڈ مسٹریسوں کی بھرتی سے متعلق ہے۔ ان جگہوں میں سے ۲۳ ایسے امیدواروں کے لئے محفوظ رکھی گئی ہیں جو پنجابی ہندی یا سنسکرت میں ایم۔ اے ہوں لیکن اُن لوگوں کیلئے کوئی جگہ محفوظ نہیں رکھی گئی ہے جو اُردو یا فارسی میں ماسٹر کی ڈگری رکھتے ہیں۔

اُنھوں نے حکومت سے پُرزور الفاظ میں درخواست کی ہے کہ پنجاب ایجوکیشن سروس میں ان لوگوں کے لئے کچھ جگہیں محفوظ کی جائیں جن کے پاس اُردو یا فارسی میں ماسٹر کی ڈگری ہو۔ انھوں نے بتایا کہ ریاستی حکومت نے اضلاع گوڑگاؤں اور سنگرور کے اسکولوں میں اُردو کے مضمون کو لازمی قرار دیا ہے اور پنجاب یونیورسٹی دونوں زبانوں میں ماسٹر کی ڈگری کے امتحانات لیتی ہے۔

(سیاست جدید، کانپور)

اقبال کرشن

آبادی منتشر زبان کے مسائل

اردو زبان ایک "آبادی منتشر زبان" ہے۔ یعنی اس کی آبادی مختلف حصوں میں بٹی ہوئی ہے، اور ہر حصہ ایک لسانی علاقے میں "مقید" ہو کر رہ گیا ہے اس طرح آپ دیکھ سکتے ہیں، اردو زبان کی نوعیت دیگر ہندوستانی زبانوں سے جدا ہے، اور، لہٰذا، اسکے مسائل دوسروں سے مختلف ہیں۔

ادبی زبان کی یک رنگی۔ سب سے پہلا مسئلہ ہے ادبی زبان کی یک رنگی، یعنی ہمارے ادب کی زبان، بنیادی طور پر، پورے ہندوستان میں ایک ہی ہونا چاہیئے۔ مقامی اردو بولیاں بے شک مقامی زبانوں سے متاثر ہوں گی، لیکن ادبی زبان کو اردو کی معیاری بولی، دہلوی، لکھنوی بولی، سے ہی وابستہ رہنا چاہیئے اس کے لئے ہم پر چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

(۱) دو لسانی لغات۔ مقامی زبان سے اردو، اور اردو سے مقامی زبان لغات تیار ہونی چاہییں۔

(۲) تقابلی قواعد۔ تقابلی گرامروں کی تیاری بھی ضروری ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہو گا کہ اردو زبان اور مقامی زبان کا فرق نمایاں ہو گا، اور اس طرح ایک لسانی خطے میں مقید اردو آبادی اپنی ادبی زبان کو زیادہ سے زیادہ خالص رکھ سکے گی۔ جیسے، حیدرآباد والوں نے اردو تلگو، تلگو اردو لغات تیار کیں۔

(۳) اپنے اسکول۔ جمہوری حکومت کے اختیارات محدود ہوتے ہیں، اور اس کے نقائص بھی ہوتے ہیں ہماری حکومت کا بھی یہی حال ہے۔ اس کے نقائص سے اردو کو کافی نقصان پہنچا ہے، ہمیں اپنی تعلیم کا خود بندوبست کرنا ہو گا۔

(۴) لسانی ادارے کا قیام۔ کل ہند پیمانے پر ایک ایسا ادارہ قائم کرنا ہو گا جو پورے ملک میں اردو زبان کو کنٹرول کرے۔ فرانسیسی زبان کا ایک ایسا ادارہ ہے۔ (اس وقت نام بھول رہا ہوں)

ترسیل کا کام۔ دور دور مختلف لسانی خطوں میں مقید گروہوں کے درمیان ربط (Communication) قائم رکھنا بہت ضروری ہے۔ اس سے منتشر آبادی ایک درجے میں، متحد ہو جاتی ہے۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ ایک ایسی انجمن، انجمن ترقی اردو (ہند) ہمارے ملک میں موجود ہے، اور اس کی شاخوں کا جال پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ اگر اردو آبادی اس سے تعاون کرے اور اس کو اپنے پیروں پر کھڑا کرائے تو اس کے مقاصد کے حصول میں کامیابی ہی کامیابی۔

مرکزیت۔ جمہوریت کی ایک دین، ہمارے ملک کو خود سری بھی ہے۔ آج رہنمائی پر سب کمربستہ ہیں، پیروی کے لئے کوئی آمادہ نہیں۔ دریں صورت حال، انجمن ترقی اردو (ہند) کی مرکزیت کا تسلیم شدہ ہونا ایک معجزہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ (ادھر، دو ایک ادارے انجمن سے متصادم ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، یہ بات اچھی نہیں)۔

لائبریریوں کا قیام۔ ہمیں جا بجا، مکتبوں کی سخت ضرورت ہے، جو سال کی تمام نمایندہ مطبوعات، اردو مطبوعات بلا تعصب، سے اپنے علاقے کی اردو آبادی کو واقف رکھیں۔ اگر پورے بھارت میں ایک ہزار ایسی لائبریریاں قائم ہو جائیں تو ہماری بلند پایہ ادبی مطبوعات کی نکاسی کا کام بآسانی ہو جائے۔ اور اس طرح تحقیقی، تنقیدی ادب کو فروغ ہو۔

یاد رکھئے، جس طرح فیض نے اپنی انگلیاں اپنے خون جگر میں ڈبو لی ہیں، اسی طرح ہم بھی اپنی زبان کی آبیاری اپنے خون جگر سے کریں گے۔ نہ ہمیں حکومت سے لڑنا ہے نہ ہمیں دیگر لسانی آبادیوں سے کوئی دشمنی مول لینی ہے۔ ہمیں تو اپنا وجود قائم رکھنا ہے، طوفان کے مقابل اکڑ کر نہیں، سرنگوں ہو کر!

نیویارک میوزیم میں ہندوستانی پینٹنگ

نیویارک کے آرٹ میوزیم نے ہندوستان کے ممتاز مصور ستیش گجرال کی ایک پینٹنگ حاصل کی ہے اس میوزیم کے تصویری ذخیرہ میں یہ واحد ہندوستانی پینٹنگ ہے۔ (ہندوستان ٹائمز)

پبلک لائبریری کے لئے درسی کتابیں

دہلی پبلک لائبریری کی شاخ پٹیل نگر کو برٹش کاؤنسل نے نفسیات، سیاسیات، اقتصادیات، حیاتیات، انجینیرنگ اور انگریزی زبان و ادب کی ۳۰۵۰ درسی کتابیں پیش کی ہیں۔ (ہندوستان ٹائمز)

مخطوطات کا بیش بہا ذخیرہ

جودھپور کے اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں مختلف موضوعات پر اسّی ہزار مخطوطات کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں کے اکثر بہت اہم اور معلومات افزا ہیں۔

سنسکرت اور پراکرت زبان کے مسودوں کی ایک کثیر تعداد راجستھان میں موجود ہے۔ موجودہ صوبۂ راجستھان کے قیام سے پہلے یہاں کی مختلف ریاستوں کے حکمراں "مشرقیات" کے موضوع پر تحقیقی کام میں بڑی دلچسپی لیتے تھے اور مذہب اور دوسرے موضوعات سے تعلق رکھنے والے مخطوطات کو حاصل کرنے کے لئے کثیر رقم خرچ کرتے تھے۔ بہت سے رجواڑوں کی راجدھانیوں میں مخطوطات کے کتب خانے قائم تھے۔ ان مخطوطات کی زیادہ تعداد ویدک اور پورانک ادب، نجوم، آیوروید اور فلسفہ کے مضامین پر مشتمل ہے۔

ان کتب خانوں میں مخطوطات کی اتنی کثیر تعداد کے جمع ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگوں نے مسلمان حکمرانوں اور حملہ آوروں کے ڈر سے اپنے مقبوضہ مخطوطات کو حفاظت کی غرض سے یہاں پہنچا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ گجرات سے ایک پورا کتب خانہ منتقل کر کے جیسلمیر پہنچا دیا گیا تھا۔ تاکہ اسے مسلم حملہ آوروں سے محفوظ رکھا جا سکے۔

صوبۂ راجستھان کے قیام کے بعد جے پور میں راجستھان پراتو منڈلی قائم کی گئی اور اس کو ان مخطوطات کی دیکھ بھال اور منتشر مخطوطات کو ایک مرکزی جگہ جمع کرنے کا کام سپرد ہوا۔ اس منڈلی کا نام بعد کو راجستھان اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کر دیا گیا اور اس کو جے پور سے جودھپور منتقل کر دیا گیا۔

اس ادارہ نے کافی ترقی کی ہے اور مخطوطات کو جمع کرنے، ان کی خاطر خواہ حفاظت اور ان کی اشاعت کے کام کو کافی آگے بڑھایا ہے۔ اب تک ادارہ ۷۰ کتابیں شایع کر چکا ہے جن میں ان مخطوطات کی فہرستیں بھی شامل ہیں۔

ریاستی میوزیم اور پبلک لائبریریوں کے مخطوطات بھی اس ادارے کو دے دئے گئے ہیں۔ اس ادارے کی ایک ایک شاخ کوٹہ، جے پور، بیکانیر، اودے پور، الور اور ٹونک میں ہے۔ اس ادارے نے ایسے مخطوطات کا پتہ بھی چلایا ہے جو مختلف افراد کی ذاتی ملکیت میں ہیں۔ بعض افراد نے تو اپنے مقبوضہ مخطوطے اس انسٹی ٹیوٹ کو ہدیہ کر دئے ہیں۔ بیکانیر شاخ کے پاس ہدیہ کے طور پر بیس ہزار مخطوطات آ چکے ہیں۔ اس ادارے نے جیسلمیر کے جین گرنتھ بھنڈار میں جین مذہب کی تحقیق کا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ دو جرمن محقق ڈاکٹر بولر اور ڈاکٹر جیکوبی یہاں کے کتب خانے سے استفادہ کر چکے ہیں۔

مخطوطات کی عکسی نقلیں بھی تیار کر لی گئی ہیں اور بعض شایع بھی ہو چکی ہیں۔ یہ ادارہ ہندوستان میں مشرقی علوم کا ایک اہم مرکز سمجھا جاتا ہے۔ راجستھان کے بعض دوسرے ادارے بھی اس میدان میں قابل ستائش کام انجام دے رہے ہیں۔

مولانا صلاح الدین احمد کا انتقال

اُردو کے ممتاز اور صاحب طرز ادیب مولانا صلاح الدین احمد کا منٹگمری (پاکستان) کے قریب ایک مقام پر انتقال ہو گیا۔ مولانا کی ذات ایک انجمن کی حیثیت رکھتی تھی۔ انہوں نے اپنے مشہور رسالہ "ادبی دنیا" کے ذریعے جدید ادبی تحریکوں کو زبردست تقویت پہنچائی اور کئی ایسے ہونہار لکھنے والوں کو اُردو دُنیا سے متعارف کرایا جن کا شمار آج چوٹی کے لکھنے والوں میں ہوتا ہے۔

مولانا اپنے گروہ کے آخری رُکن تھے اور اُن کی وفات کے ساتھ اُردو ادب کا ایک دور ختم ہو گیا۔ وہ اُردو نثر میں ایک خاص اسلوب کے موجد سمجھے جاتے تھے اور مولانا محمد حسین آزاد کی یاد دلاتے تھے۔

اُردو زبان و ادب کے فروغ کیلئے انہوں نے "پنجاب اکیڈیمی" قائم کی اور بعد میں "اردو فاؤنڈیشن" کی طرح ڈالی، جس کا مقصد اُردو کی کلاسیکی کتابیں شایع کرنا تھا۔

غیر سائنسی علما کو ملازمت کی سہولتیں

غیر سائنسی علوم میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے وطن واپس آنے والے علما کو ہندوستان میں مناسب روزگار فراہم کرنے کے لئے غیر سائنسی علما کی ایک فہرست مرتب کرنے کی تجویز مرکزی حکومت کے زیر غور ہے۔ ان عالموں کو فی الحال ملک کی مختلف یونی ورسٹیوں یا سرکاری شعبوں سے منسلک کر دیا جائے گا تاکہ وہ بیکار نہ رہیں اور اس دوران میں یکسوئی سے معقول ملازمت تلاش کر سکیں۔ اس سے پہلے "سائنسی علما" کے سلسلے میں یہی طریق کار استعمال کیا جا چکا ہے۔ (نیشنل ہیرالڈ)

جوانوں کے لئے کتابیں

حکومت پنجاب کے لسانی محکمہ نے کتابوں کا ایک بینک قائم کیا ہے۔ یہ بینک شمالی سرحدوں پر تعینات فوج کے جوانوں کو ایک لاکھ اٹھائیس ہزار کتابوں کا تحفہ پیش کر چکا ہے۔

(سنڈے اسٹینڈرڈ)

انجمن کالپی (جالون) کی سرگرمیاں

انجمن ترقی اُردو کالپی کا ایک وفد جو جناب فضل الرحمٰن جنرل سکریٹری، شری رام بھوشن مہروترا، جناب عبدالقیوم اور جناب محمد مقبل پر مشتمل تھا ایم ایس وی انٹر کالج کے پرنسپل سے ملا اور ایک میمورنڈم پیش کیا جس پر ۶۵ طالب علموں اور اُن کے سرپرستوں کے دستخط تھے۔ میمورنڈم میں درخواست کی گئی تھی کہ آئندہ جولائی سے کالج میں چھٹے درجہ سے بارھویں درجہ تک اُردو پڑھنے کے خواہشمند طلبہ کے لئے اُردو پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ پرنسپل صاحب نے وعدہ فرمایا کہ وہ اس بابت کی پوری کوشش کریں گے کہ آئندہ جولائی سے کالج میں اُردو کی تعلیم کا انتظام ہو جائے۔ اُنھوں نے وفد کو اس معاملے میں اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا۔

(۲)

انجمن کا ایک سہ رکنی وفد شری بی بی ماتھر ایس ڈی ایم سے بھی ملا اور مطالبہ کیا کہ ضابطہ کی رو سے پرائمری اسکول کالپی کی ان جماعتوں میں جن میں پانچ یا زیادہ طلبہ اُردو پڑھنا چاہیں اُردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے وفد نے ماتھر صاحب کو یہ بھی بتایا کہ جلد ہی ایسے طلبہ کی فہرست میونسپل بورڈ کو فراہم کر دی جائے گی۔

ماتھر صاحب نے ممبران وفد کو یقین دلایا کہ اسکول میں اُردو کی تعلیم کا انتظام کر دیا جائے گا۔

(عبدالرشید ممبر مجلس عاملہ ریاستی انجمن ترقی اردو اتر پردیش)

گوالیار یونیورسٹی میں اردو، فارسی، عربی شعبے کھولے جائیں

بزم اُردو گوالیار اور انجمن ترقی اُردو مدھیہ پردیش کے ذمہ داران پر مشتمل ایک ملے جلے وفد نے جناب کوثر چاند پوری کی قیادت میں شری ایچ وی پاٹسکر، گورنر مدھیہ پردیش سے ملاقات کی اور اُنکی خدمت میں ایک میمورنڈم پیش کیا۔ اس میمورنڈم میں درخواست کی گئی تھی کہ گوالیار میں مستقبل قریب میں جو یونیورسٹی کھولی جا رہی ہے اس میں اُردو، فارسی اور عربی کے شعبے قائم کئے جائیں۔

گورنر نے وفد کو یقین دلایا کہ وہ اس مسئلے میں ضروری کارروائی کریں گے اور وزیر تعلیم ڈاکٹر شنکر دیال شرما سے بھی اس سلسلے میں مناسب اقدامات کرنے کے لئے کہیں گے۔

یہ وفد وزیر تعلیم سے بھی ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے۔

کامراج ہندی سیکھنے لگے

کانگریس کے صدر مسٹر کے کامراج ۶۱ برس کی عمر میں ہندی سیکھ رہے ہیں۔ ہندی سیکھنے کی ضرورت اس وقت محسوس ہوئی جب وہ اپنی نئی رہائش گاہ واقع اشوک روڈ میں منتقل ہوئے۔ اُن کے موجودہ ملازمین زیادہ تر شمالی ہند کے ہیں اور تامل زبان نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ (صداقت پٹنہ)

قاضی نذرالاسلام کی سالگرہ

شاعر انقلاب قاضی نذرالاسلام کی سالگرہ کلکتہ کے مختلف ادبی و علمی اداروں میں شایان شان طور پر منائی گئی جس میں شاعر انقلاب کے جلد صحت یاب ہونے کی دعا کی گئی نیو بہار کلچر سوسائٹی کی طرف سے اُن کی شاعری کے دو اردو ترجمے انھیں پیش کیے گئے۔ (قومی آواز)

سائنس کی کتابوں کی اشاعت

اُتر پردیش کی ہندی سمیتی کی طرف سے تیس سائنسدانوں کی کتابوں کے ترجمے ہندی میں چھاپے جا رہے ہیں سمیتی کا پروگرام ہے کہ وہ تین سو سائنسی اور ٹیکنیکل کتابیں چھاپے گی۔ سمیتی کے سکریٹری کا کہنا ہے کہ اکثر کتابوں کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ (آزاد ہند - کلکتہ)

سہارن پور میں ضلع اُردو کانفرنس

۲۴ رجون کو میونسپل بورڈ کے ہال میں اُردو کانفرنس کا پروگرام جناب اوم پرکاش آنند، سکریٹری انجمن ترقی اُردو پنجاب کی صدارت میں شروع ہوا، جس میں شہر اور ضلع کے ۱۲۱ نمائندے شریک ہوئے۔ جلسے میں جو قرار دادیں منظور ہوئیں اُن میں اُردو یونیورسٹی کے قیام اور مقامی انفارمیشن آفس سے اردو میں بلیٹن جاری کئے جانے کے مطالبات پیش کئے گئے۔ جناب حیات اللہ انصاری ایڈیٹر قومی آواز اور ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز سہارن پور نے اس جلسے میں جو تقریریں کیں وہ خاص اہمیت رکھتی ہیں اور ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:-

حیات اللہ انصاری کی تقریر

انجمن ترقی اُردو اُتر پردیش کے نائب صدر حیات اللہ انصاری صاحب نے کہا کہ رجعت پسندوں کے پاس دو ہی نعرے ہیں ایک اُردو دشمنی اور دوسرا مسلمانوں کی "فرقہ واریت"۔ انہوں نے کہا کہ یہ رجعت پسند ہٹلر بننا چاہتے ہیں۔ رجعت پسند اپنے مفاد کے لئے جھوٹ بھی بولنے سے گریز نہیں کرتے جب کوئی بات ایسی ہوگی تو وہ کہہ دیں گے کہ ہمیں مسلمانوں یا اُردو سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ انصاری صاحب نے عوام سے اپیل کی کہ رجعت پسندوں کے ہاتھوں سے یہ توپ چھین لیجئے! اور اُن کو لنگڑا لولا اور مفلوج بنا دیجئے۔ صحیح اصول یہ ہے کہ آزاد ملک میں کمزور کو دبا لیا جائے اور بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا لے۔ یا یہ ہو کہ بڑے اور چھوٹے دونوں کو پوری آزادی ملے اور ہر ایک اپنی اپنی راہ پر ترقی کر سکے۔ انھوں نے پُرجوش لہجے میں کہا کہ اب ہم یہ نہیں ہونے دیں گے۔ اُردو کے سلسلے میں مقابلہ کرنا ہے، بزدل بن کر ہم کو نہیں رہنا۔ ہمیں پہاڑ کی طرح جمنا ہے۔ شکست نہیں ماننا ہے، اور عملی جدوجہد کرنی ہے۔ بائیس لاکھ دستخطوں کی مہم کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ صفر کے مقابلے پر اس وقت تین لاکھ بچے اُردو کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ سہ لسانی فارمولے میں کوشش اس امر کی کرنا ہے کہ زیادہ سے زیادہ بچوں کو اُردو دلائی جائے۔ جب بچے اُردو پڑھ کر نکلیں گے تو اُردو داں طبقے کی تعداد بڑھے گی۔ پھر اُردو کالج بھی کھل سکیں گے اور یونی ورسٹی بھی۔ دل شکستہ اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔

ڈپٹی انسپکٹر کی تقریر

سہ لسانی فارمولے کے عمل درآمد کے سلسلے میں روشنی ڈالتے ہوئے ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز نے کانفرنس کو بتایا کہ ضلع میں ۶۰ جونیئر اسکولوں میں اُردو کی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے۔ جبکہ ۳۳ اسکولوں میں سنسکرت کے ساتھ اردو پڑھانے کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ ان اسکولوں میں اگر دس لڑکے اُردو لینا چاہیں گے تو ان کے لئے انتظام کیا جائے گا۔ پرائمری اسکولوں میں بھی اُردو کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ ڈپٹی انسپکٹر صاحب نے سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اُردو پڑھانے میں جو بڑی دقت ہے وہ ٹیچروں کی کمی ہے اور جو ٹیچر اُردو جانتے ہیں ان میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے۔ وہ بھی اردو پڑھانے سے گریز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمیں اسکا معاوضہ نہیں ملتا ہے تو کیوں پڑھائیں۔ لوگوں سے ڈپٹی انسپکٹر نے اپیل کی کہ ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیے جس میں ٹیچروں کو یہ احساس ہو سکے کہ یہ ان کا قومی فرض ہے۔ انہوں نے کہا کہ اُردو ختم ہو گئی تو ہمارا وہ تمدن جو سو سال سے چلا آ رہا ہے ختم ہو جائے گا۔ یہ کسی مسلمان کا مسئلہ نہیں بلکہ ہندو مسلمان دونوں کا مسئلہ ہے۔

جلسے کے بعد ایک عظیم الشان مشاعرہ بھی ہوا۔

منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی

اُردو کے عظیم شاعر، صحافی اور ناول نگار منشی دوارکا پرشاد افق لکھنوی کی صد سالہ سالگرہ منانے کے لئے دہلی میں شری گوپی ناتھ امن چیرمین محکمہ تعلقات عامہ دہلی کے زیر صدارت افق صد سالہ تقریب کمیٹی قائم کی گئی ہے جس کے سکریٹری شری سمت پرکاش شوق ہیں۔ ممبروں میں جگن ناتھ آزاد، عرش ملسیانی، مخمور سعیدی، طالب دہلوی، رعنا جلگی، سلام مچھلی شہری، رام لال درپا، بشیشر پرشاد منور لکھنوی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تقریب اس سال اکتوبر یا نومبر میں منائی جائے گی۔ ایسے تمام حضرات سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے جو افق لکھنوی سے متعلق تحریری یادداشتیں، ان کے کلام یا دوسری تصانیف کے متعلق معلومات بہم پہنچا سکتے ہیں اس قسم کا تمام مواد ۳۱ رجولائی ۱۹۶۴ء عیسوی تک کمیٹی کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ (پرتاپ، دہلی)

مراسلات

آندھرا میں اُردو کی سرکاری حیثیت

"ہماری زبان" مورخہ ۸ جون ۱۹۶۴ء میں ڈاکٹر جعفر حسن صاحب کا ایک مراسلہ عنوان مندرجہ بالا کے تحت شائع ہوا ہے یہ مراسلہ واقعات کے لحاظ سے حقیقت بردار اور صداقت پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جن واقعات کا اظہار کیا ہے وہ سب کے سب صحیح ہیں، اس میں اور کئی امور شامل کئے جاسکتے ہیں مثلاً مسافت بتانے والے پتھروں پر آصفیہ دَور میں انگریزی کے ساتھ اُردو میں صراحت ہوتی تھی، اب صرف تلنگی میں مسافت فاصلہ اور مقام کی صراحت ہوتی ہے، میں نے اس کے پیشتر جو مسٹر صاحب تعمیرات کے انچارج تھے چونکہ وہ انجمن ترقی اُردو حیدرآباد کے بھی صدر تھے توجہ دلائی تھی مگر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا نظامت تعلیمات سے اکثر اُردو کی تائید میں مراسلے شائع ہوتے ہیں۔ مگر نظامت موصوف کے بورڈ پر اُردو تحریر موجود ہے اور نہ نظامت کتب خانے کے بورڈ پر ہمیں اُردو نظر آتی ہے۔ زنانہ کالج کے بورڈ پر پہلے اُردو میں تحریر موجود تھی۔ جو جدید بورڈ نصب ہوا ہے اس میں اُردو کو خارج کر دیا گیا ہے۔ بہرحال ایسے بیسیوں امور ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اُردو کو آندھرا پردیش میں کوئی مقام نہیں ہے۔ بے شک علمی شخصیت کے ارباب حل و عقد اُردو کی زبانی حمایت کرتے ہیں، اور بس:

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

نصیرالدین ہاشمی

نوٹ:

"ہم آندھرا پردیش کی شاخ کی توجہ اُن امور کی طرف دلاتے ہیں"

(ادارہ)

از : کرداکوف

پروفیسر دیاکوف کی نئی کتاب

"موجودہ ہندوستان کا قومی مسئلہ" نامی کتاب گزشتہ سال سوویت یونین میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے مصنف سوویت یونین کے ایک مشہور اور ممتاز ماہر ہندیات اور ہندوستان کی موجودہ تاریخ کے ماہر پروفیسر دیاکوف ہیں جنہوں نے تاریخ میں ڈاکٹریٹ کی ہے۔ پروفیسر دیاکوف سے ہندوستان کے بہت سے ماہرین لسانیات، مورخ اور دانش ور اچھی طرح واقف ہیں۔

ہندوستان کے لسانی مسئلے کے بارے میں سوویت سائنسی اخبارات میں متعدد مقالے شائع ہو چکے ہیں لیکن پروفیسر دیاکوف کی کتاب وہ پہلی ضخیم کتاب ہے جس میں اس پیچیدہ مسئلے پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

مصنف نے مواد کی حیثیت سے بہت سارے ہندوستانی دستاویزوں کا استعمال کیا ہے جن میں ۱۸۷۱ء سے ۱۹۶۱ء تک کی مردم شماری کے ذریعہ حاصل ہونے والی اطلاعات نیز لسانیاتی جائزے، مخصوص کمیشنوں اور کمیٹیوں کی رپورٹیں، رسالے اور اخبارات شامل ہیں۔ پروفیسر دیاکوف نے جن جگہوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے زیادہ تر جگہوں پر وہ بار ہا گئے ہیں اور اپنی کتاب میں جن مسائل کا ذکر کیا ہے ان مسائل کا براہ راست مطالعہ بھی کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے ان مسائل کا جس طرح ذکر کیا ہے اور پھر اپنی بحث کی بنیادوں پر جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ کافی دلچسپ ہیں۔

اپنی کتاب کے پہلے حصہ میں مصنف نے ہندوستانی عوام کی تاریخ کے بارے میں مختلف ہندوستانی سائنسدانوں کی رائیں لکھی ہیں، زبانوں کی تدریجی ترقی پر انہوں نے گہری نظر رکھی ہے اور قرون وسطیٰ نیز موجودہ دور میں ہندوستانی کلچر اور ہندوستان کے رنگا رنگ عوام کی سماجی اور اقتصادی زندگی کے اہم ترین مظاہر کا جائزہ لیا ہے۔

نئے اور موجودہ دور کے واقعات کا تجزیہ کرتے ہوئے مصنف نے علم الہند کے سوویت ماہروں کی تحقیقات کا بھی سہارا لیا ہے۔

پروفیسر دیاکوف نے خصوصیت کے ساتھ اس بات پر زور دیا ہے کہ برطانوی حملے اور حکومت کی وجہ سے ہندوستان میں زبان کے مسئلے میں بے انتہا پیچیدگی اور الجھاؤ پیدا ہوا ہے۔

انہوں نے ہندوستانی مورخ رادھا کمار مکرجی کی اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ ہندوستان میں برسہا برس کے تعلقات کی بدولت زبان کے اختلافات کے باوجود ایک ثقافتی قومیت کی ترقی ہوئی ہے۔ یہ قومیت صرف مذہب تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ عملی زندگی میں بھی اس کے آثار نظر آتے ہیں مثلاً لباس کی ایک ہی جیسی تراش خراش، تقریباً ملتے جلتے کھانے اور حروف تہجی کی مماثلت اس کے نمونے ہیں۔

پروفیسر دیاکوف نے لکھا ہے کہ "اس لحاظ سے ہندوستان کے عوام اس سے کہیں زیادہ ایک دوسرے کے قریب ہیں جتنے یورپ کے بعض حصوں کے عوام"۔

پروفیسر دیاکوف کی رائے میں ہندوستان میں زبانوں کی جغرافیائی تقسیم سے پتہ چلتا ہے کہ ملک کے علاقے کا ایک بڑا حصہ، جو سب سے زیادہ زرخیز اور گنجان آبادی کا حامل ہے ایسے لوگوں سے آباد ہے جو صرف چند زبانیں بولتے ہیں۔ اور جیسا کہ ہندوستانی لسانی نقشے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان زبانوں کے بولنے والے بکھرے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی بڑے علاقے میں آباد ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عرصہ دراز سے مختلف علاقوں کی آبادی کے اقتصادی، سیاسی اور ثقافتی تعلقات کے نتیجے میں بڑے بڑے لسانیاتی خطے وجود میں آگئے ہیں جو بڑی قومیتوں کی نشو و نما کی پہلی شرط ہیں۔

نوآبادیاتی پنجے سے ہندوستان کی رہائی سے مختلف ہندوستانی عوام کے درمیان دوستانہ تعلقات کو مستحکم بنانے اور برقرار رکھنے میں بڑی مدد ملی ہے اور اسی کی وجہ سے ایسے حالات رونما ہوئے ہیں جن میں ہندوستان کی تمام زبانوں کو برابر کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ پروفیسر دیاکوف نے اس سلسلے میں آگے چل کر لکھا ہے کہ ۱۹۵۶ء میں ہندوستان میں جن انتظامی اور سیاسی اصلاحات کو لاگو کیا گیا وہ زبان کا مسئلہ حل کرنے کے لئے اہم ترین اقدام کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پروفیسر الکسئی دیاکوف کی کتاب نے معقول انداز میں یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں بہت سی قومیں آباد ہیں، ان میں متعدد قومیں قومی حیثیت حاصل کر چکی ہیں۔ اور بہت سی قومیں اس حیثیت کے حصول کے لئے بتدریج آگے بڑھ رہی ہیں اور دور دراز کے پہاڑی علاقوں کے متعدد قبیلوں اور قومیتوں کو ملک کی سماجی، معاشی اور ثقافتی زندگی میں زیادہ سے زیادہ شریک کیا جا رہا ہے۔

پروفیسر دیاکوف نے ایک ایسے مسئلے پر ایک دلچسپ کتاب لکھی ہے جو ہندوستان کا بہت اہم مسئلہ ہے۔ موصوف سوویت ہند دوستی کی انجمن کے سرگرم کارکن ہیں جس نے ہندوستانی اور سوویت عوام کے درمیان باہمی خیرسگالی کے جذبات کے فروغ کی سرگرمیوں کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پبلشر نذیر حسن، پرنٹر نصیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا